

تعارف و تبصرہ

فقہائے ہند - جلد دوم (نویں صدی ہجری)

تالیف : محاسنات بھٹی۔

صفحات : ۲۶۳ - سائز ۱۸ × ۲۲

قیمت : گیارہ روپے ۵۰ پیسے

شائع کردہ : ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور

برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی علمی و ثقافتی تاریخ پر متعدد کتابیں اردو زبان میں شائع ہو چکی ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس کتاب میں ہندوستان میں نویں صدی ہجری کے ۱۰۵ فقہاء کے حالات قلمبند کئے گئے ہیں۔ اور ان کی علمی، تدریسی و تبلیغی خدمات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے اس کتاب کی پہلی جلد شائع ہو چکی ہے جو آٹھویں صدی ہجری تک کے فقہاء کے حالات پر مشتمل ہے مصنف نے چودھویں صدی تک کے فقہائے ہند کے حالات قلمبند کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ (ص ۷۰)

کتاب کے شروع میں ایک مہبوط مقدمہ ہے جس میں مسلمان اہل اہل و سلاطین کی علم دوستی کے پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے اور اس میں مصنف نے تفصیل سے یہ تہلنے کی کوشش کی ہے کہ مسلمان حکمران اپنے دور کے علماء کو کس احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ سلطان احمد شاہ بہمنی کے دور میں ملا احمد قزوینی کی اسلامی سلطنت کے زوال کے اسباب پر تقریر نہایت اہم ہے (ص ۷۱) مقدمہ میں غیر ضروری باتیں بہت ہیں جن سے غالباً مصنف کا مقصد محض طول دینا ہے۔

ان فقہائے کے حالات پڑھنے سے عام تاثر یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ علماء فقیہہ کلمتے اور شیخ طریقت و صوفی زیادہ۔ ان کے تمام تر حالات کی صحت، مجاہدہ، کشف، کرامات اور خواہوں پر مشتمل ہیں۔ ان کی فقہی خدمات و کارنامے کہیں کہیں نظر آتے ہیں ان میں اکثر وہ ہیں جن کی سیر سے کوئی تصنیف ہی نہیں یا اگر تصانیف ہیں بھی تو زیادہ تر تصوف، پر، فقہ پر کوئی قابل ذکر کتاب انہوں نے نہیں لکھی۔ اسی لیے مصنف کو اکثر فقہاء کے حالات لکھنے کے بعد آخر میں یہ بات بار بار کہنا پڑی کہ "جو اگرچہ کسی فقہی کتاب کے مصنف تو نہ تھے مگر مسائل فقہ پر عبور رکھتے تھے" (ص ۲۰۰) مسائل فقہ پر عبور کا علم بھی ان کی تصانیف سے ہی ہو سکتا ہے۔ ہمارے تذکرہ نویسوں کی عام طور پر یہ عادت ہے کہ وہ علماء کے حالات تقلید کرتے ہوئے ان کو مختلف القاب سے نوازتے ہیں۔ محدث، فقیہ اور اصولی کہتا تو بہت معمولی بات ہے۔ ذرا منصف نے بعض ایسے علماء کا تذکرہ بھی لکھا ہے جن کے حالات میں یہ بھی ذکر نہیں کہ وہ فقیہہ بھی تھے یا نہیں (ملاحظہ مذکرہ سعد الدین لکھنوی ص ۱۹)

مصنف نے اپنی کتاب میں ہمیں یہ نہیں بتایا کہ ان کے نزدیک فقیہہ ہونے کے لیے معیار کیا ہے یا کیا معلوم ہوتا ہے کہ تذکرہ نگاروں نے جن علماء کو فقہاء و اصولی لکھ دیا۔ مصنف نے بھی ان کو فقہاء کی فرست میں شمار کیا۔ مقدمہ کے آخر میں مصنف نے اس کا جواب دیا ہے کہ اس دور میں صوفیاء اور مشائخ کے لیے ظاہری علوم سے آراستہ ہونا اس لیے ضروری تھا کہ کوئی مرشد انہیں اس کے بغیر اپنے حلقہ ارشاد میں داخل نہیں کرتا تھا۔ علاوہ ازیں ان میں سے اکثر علماء مدرس تھے یا مسند افتاء پر فائز تھے۔ اس لیے ان کو فقہاء میں شامل کیا گیا۔ (ص ۷۹) مصنف نے فقہائے ہند کے نام سے علیحدہ تاریخ مرتب کرنے کا شخص یہ جو از سر اہم کیا ہے۔ ورنہ صوفیائے ہند، محدثین ہند، مفسرین ہند و متکلمین ہند حکمائے ہند وغیرہ ناموں سے اگر علیحدہ علیحدہ کتابیں لکھی جائیں تو کم و بیش انہی فقہائے کرام کے حالات لکھنا ہوں گے۔

مصنف کے جواب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان فقہائے کرام کے یہاں ظاہری علوم کی حیثیت ثانوی تھی۔ اگر انی فقہائے کرام کو حلقہ ارشاد میں ان علوم سے آراستہ ہونے بغیر داخل جاتا تو معلوم نہیں وہ ان علوم کو حاصل کرتے یا نہیں۔ ؟

علمائے ہند کے حالات پر جو عام تذکرے اور تاریخیں اب تک مرتب ہو چکی ہیں ہمارے خیال میں وہ کافی ہیں۔ تاہم تحقیقی و تخلیقی کام کے لیے دروازہ کبھی بند نہیں ہونا۔ محدثین، فقہاء اور مفسرین وغیرہ کی

حد بندی کر کے ان کے علیحدہ حالات مرتب کرنا بعض حکما و معلوم ہوتا ہے اس سے بہتر ہے کہ کئی موضوع پر تحقیقی کام کیا جائے جو ہمزاد تشبیہ ہو۔

مصنف نے اس کتاب میں بیشتر مقامات پر تذکرہ نگاروں کے بیانات اور روایات کو نقل کرنا شروع کیا ہے وہ اپنی رائے و بصیرت سے بہت کم فیصلہ کرتے ہیں۔ مثلاً قاضی شہاب الدین احمد دولت آبادی کی تاریخ وفات میں تذکرہ نگاروں کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے (ص ۱۲۷) مصنف نے وہ سب تاریخیں جو ان کے بارے میں بیان کی جاتی ہیں نقل کر دی ہیں۔ لیکن اپنی تحقیق رائے و فہم سے اس کا فیصلہ نہیں کیا کہ ان میں کونسی درست ہے۔

فتاویٰ حمادیہ کی ترتیب کے بارے میں مصنف نے یہ نقل کیا ہے کہ قاضی حماد الدین نے مفتی رکن الدین لودھی کے بیٹے کے دستے یہ خدمت سپرد کی کہ وہ ایسی کتاب مرتب کریں جو ان مسائل فقہی پر مشتمل ہو جن پر جمہور فقہاء کا اجماع ہے اور جس کے مندرجات عقل و درایت کی میزان پر پورے اترتے ہیں (ص ۱۸۱-۱۸۲) اس کے بعد مصنف نے کتاب کے جن مضامین و عنوانات کی فہرست نقل کی ہے وہ وہی ہیں جن میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ فقہ کے فروعی مسائل کے بارے میں یہ کہنا مشکل ہے کہ فلاں مسئلہ پر فقہاء کا اجماع ہے۔ ان حزم نے مراتب الاجماع کے نام سے ایک ایسی ہی کتاب لکھی ہے۔ لیکن کسی کسی میں وہ مسائل ہیں جن پر زیادہ سے زیادہ ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔ تاریخ میں ائمہ اربعہ ہی محدثین نہیں تھے ان سے پہلے اور ان کے زمانہ میں ایسے بے شمار مجتہدین گذرے ہیں جنہیں ان مسائل پر اختلاف تھا۔ اسی لیے امام شافعی نے اجماع خاصہ کا انکار کیا ہے اور اجماع عام صرف فرض میں بتایا ہے۔ بہر حال فتویٰ حمادیہ کی فہرست موضوعات سے اس بات کی نفی ہوتی ہے کہ یہ کتاب ان مسائل پر مشتمل ہے جن پر جمہور فقہاء کا اتفاق ہے۔ یہ مسائل کہاں کہاں عقل و درایت کی میزان پر پورا اترتے ہیں۔ اس کا اندازہ کتاب کے مطالعہ کے بعد ہی کیا جاسکتا ہے۔

مولانا خواجگی کڑوی کے حالات میں مصنف نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ فرمایا کہ مشرق الانوار کی تمام احادیث صحیح میں (ص ۱۷۲) اگر اس قسم کی روایات کو تسلیم کر لیا جائے تو احادیث کی تصحیح کا مسئلہ بہت آسان ہو جاتا ہے۔ زیر نمبر کتاب میں فقہاء کرام کے حالات میں اس قسم کے کثرت و کرامات کے واقعات بکثرت

بیان کئے گئے ہیں۔

کتاب کے آخر میں مراجع کی ایک طویل فہرست شامل ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے انتہائی محنت و جانفشانی سے فقہائے کرام کے حالات مرتب کئے ہیں ان کی یہ سعی بلاشبہ قابل تائش ہے۔ (احمد حسن)

انتخاب گنج شریف

تصنیف : سید حاجی محمد نوشہ گنج بخش

تدوین : سید شہزاد نون شاہی

صفحات : ۳۵۲ $\frac{۱۸ \times ۲۲}{۸}$

قیمت : ۲۶/- روپے

ناشر : دارالمؤرخین، گیلانی سٹریٹ، منور عزیز پارک - چاہ میراں لاہور

حضرت نوشہ گنج بخش قادری (۹۵۹-۱۰۶۴ م / ۱۵۵۲-۱۶۵۴ م) تصوف کے ایک نئے

سلسلہ "نوشہ امیہ" کے بانی ہیں اور ان کا شمار تصوف کے اکابر اولیاءِ مصلحین اسلام میں ہوتا ہے۔ یہ تصوف کی دریاخت سے موصوف کی شخصیت کا ایک اہم پہلو سامنے آیا ہے اور وہ ان کا عظیم شاعر ہوتا ہے۔

"گنج شریف" سید شریف احمد شہزاد نون شاہی کی تحقیق کا ثمرہ ہے جو انہوں نے متعدد مخطوطات کی بنیاد پر مرتب کی ہے۔ یہ کتاب اردو اور پنجابی کے چھ ہزار چار سو اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ نظر کتاب صرف اردو کے دو ہزار چار سو اشعار کا مجموعہ ہے۔

کتاب کے آغاز میں چند سطور گنج شریف کے بارے میں "کے عنوان سے ڈاکٹر سید عبد اللہ نے اس کو تین حصوں کی بنا پر اہم قرار دیا ہے۔ اول تصوف کی کتاب کی حیثیت سے، دوم اردو تصنیف کی قدامت کے لحاظ سے اور سوم پنجاب میں اردو کے لحاظ سے۔ ڈاکٹر صاحب مذکور نے اس کی دوسری اور تیسری خصوصیت کا بطور خاص تذکرہ کیا ہے۔

"گنج شریف کے کل جلدوں سے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اردو شاعری پنجاب میں دکن کے بعد نہیں شروع ہوئی بلکہ دکن اور پنجاب میں اردو شاعری کا آغاز ایک ساتھ ہوا اور اگر اس سے بھی پہلے کہیں تو